بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيراً۔ أَمَّا بَعْدُ:

40-اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھوں کی صفت کے دلائل کا بیان

العقيدة الواسطية لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے چہرے کی صفت کے دلائل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھوں کی صفت کو بیان کرنے کے دلائل بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں سے دو آیات بیان کی ہیں۔ شرح میں فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ کے ثبوت میں مصنف رحمہ اللہ نے دو آیتیں بیان کی ہیں، پہلی آیت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ إلي آخر الآية (ص:75)۔ ﴿مَا مَنَعَكَ﴾: شیخ صاحب (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: "الخطاب لإبليس" (یہ خطاب ابلیس کا ہے)۔

((یعنی جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا فرمایا اور حکم دیا فرشتوں کو سجدہ کرنے کا تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے شیطان کے (سجدہ نہیں کیا))۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا مَنَعَكَ﴾ (یہ خطاب ابلیس کے لیے ہے شیطان کے لیے ہے: تمہیں کس چیز نے منع کیا) ﴿أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (کہ تم اسے سجدہ کرو جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے)۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں: ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور یہ نہیں فرمایا "لِمَن خلقت بيدي"۔ اور یہاں سے یعنی فرق کیا ہے مَا اور مَن جو ہے: "مَا" جو ہے غیر عاقل کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور "مَن" جو ہے عاقل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اگر سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام بذات مراد ہوتے تو "لِمَن" ہونا چاہیے تھا، لیکن کیونکہ یہاں پر جو صفت ہے وصف ہے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی اس اعتبار کو مدنظر رکھا گیا ہے تو اس لیے مَا فرمایا ہے ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾: اُس صفت کو خصوصی طور پر جس کے ساتھ کوئی اور اِس صفت میں شریک نہیں ہے اور یہ صفت سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی جو ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا فرمایا ہے۔

آئی ہے سمجھ کیا بات کی ؟ اور لازمی سمجھاتا ہوں : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾: اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا ہے کہ وہ سجدہ کرے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو۔ تمام فرشتے تھے ابلیس بھی شامل تھا اُن میں تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ہے ابلیس نے سجدہ نہیں کیا ہے، تکبر میں آگیا غرور میں آگیا کہ اُسے تو مٹی سے پیدا کیا ہے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور یہ سمجھ بیٹھا کہ آگ مٹی سے بہتر ہے اس لیے آگ والی مخلوق کو مٹی والی مخلوق کو سجدہ نہیں کرنا چاہیے۔

الغرض، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَا مَنَعَكَ﴾ (تمہیں کس چیز نے منع کیا ہے) ﴿اَنْ تَسْجُدَ﴾ (کہ تُو سجدہ کرے) ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے)۔

کسے اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے؟ سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو۔

قاعدہ یہ ہے کہ جو عاقل ہے اُس کے لیے "مَن" استعمال ہوتا ہے "لِمَن خلقت بيدي" یہ ہونا چاہیے تھا۔ آیت میں کیا ہے ؟ ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾۔ یہ فرق کیوں ہے جہاں پر لِمَن ہونا چاہیے تھا مَا کیوں ہے؟ کیا مَا بھی ہو سکتا ہے؟ مَا ہو سکتا ہے۔ اور یہاں پر جو اصل مقصد ہے بیان کرنے کا دو چیزیں ہیں:

(۱) ایک تو سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے نا (تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی پیداوار ہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے) ایک ہی خالق ہے اللہ تعالیٰ کوئی اور خالق نہیں ہے۔

(۲) ہم بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام بھی مخلوق ہیں کیا یہاں پر جنس انسان مراد ہے اسے سجدہ کرنا چاہیے یا خصوصی طور پر سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام ؟ خصوصی طور پر سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام۔ وہ کون

سی خاص خصوصیت ہے جو سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اور باقی انسانوں کو نہیں عطا کی ؟ دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے (یہ خاص وصف ہے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے)۔

یہاں پر خاص صفت مراد ہے ذات عین مراد نہیں ہے کہ اُس مخلوق کو جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے تو نے اُسے سجدہ کیوں نہیں کیا ہے؟

"صفة" عاقل ہے غیر عاقل ہے (صفة (صفت) وصف ہے) تو کیا ہونا چاہیے ؟ ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾۔ اب یہ زیادہ زور کس چیز پر آ رہا ہے ؟ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے جس مخلوق کو پیدا کیا اُسے تُو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو اصل مراد کیا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: جو صفت ہے "باعتبار وصفه الذي لم يشركه أحد فيه" کوئی اور شریک نہیں مخلوقات میں سے اس خاص وصف میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: جب ابلیس نے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی شان کو گھٹانے کی کوشش کی تو یہ کہا:

﴿ءَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا﴾ (کیا میں اُسے سجدہ کروں جسے تُو نے مٹی سے پیدا کیا؟) (الاسراء: 61)۔

دیکھیں نا اب اعتراض دیکھیں کیا ہے ؟!

اچھا مٹی سے پیدا تو کیا ہے لیکن دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے نا کتنا بڑا شرف ہے ! بات مٹی کی ہے آگ کی نہیں ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے لیکن کتنا بڑا شرف ہے جسے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میں نے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے اسے تُو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ ! اب کس چیز سے پیدا کیا ہے الگ بات ہے۔ اور یہ کس نے کہا ہے کہ آگ مٹی سے بہتر ہے یہ تمہاری اپنی سوچ ہے نا لیکن اصل شرف کس چیز میں ہے ؟ مادّے میں نہیں ہے جسے میں نے پیدا کیا ہے اصل شرف یہ ہے کہ میں نے پیدا اُسے کیسے کیا ہے۔ دونوں ہاتھ ہیں پھر اپنی طرف اضافہ بھی ہے لیکن دو ہاتھ تو دیکھیں نا کہ دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔ تو ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ یہ اصل جملہ ہے پھر "يدي" میں ہم جانتے ہیں یہ کون سا صیغہ ہے ؟ تثنية کا صیغہ ہے۔ عربی زبان میں آپ جانتے ہیں عربی لغت میں گرامر کے اعتبار سے جب ہم

سنگولر (Singular) پلورل (Plural) کی بات کرتے ہیں تو دو نہیں تین ہوتے ہیں: (۱) ایک ہے مفرد۔ (۲) ایک ہے تثنية۔ (۳) ایک ہے جمع۔

اور ہم سب جانتے ہیں کہ جب ہم مفرد کو ڈوئل (Dual) یا تثنية بناتے ہیں تو اس میں "الف، نون" یا" یاء، نون" ہم ایڈ (Add) کر دیتے ہیں، "ولد: ولدان"، "رجل: رجُلان"۔

"ید: یدان"، یا اگر یہ مرفوع ہے یدان جو ہے اور اگر منسوب یا مجرور ہو تو پھر یاء لگتا ہے یدین ہو جاتا ہے "ولدین، رجلین"، یا "یدین"۔

یہاں پر کیا ہے؟ ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾۔ نون کہاں ہے یَدَین ہونا چاہیے نا بِیَدَین؟ قاعدہ کیا ہے؟ اضافہ ہے حذف النون۔ جب یہاں پر ہے ﴿بِيَدَيَّ﴾ یعنی متکلم جو ہے جب اسے مذکر سالم یا تثنية کے ساتھ جوڑا جاتا ہے اضافہ کیا جاتا ہے تو پھر نون کو حذف کرنا پڑتا ہے۔ اور نون کس چیز کے مقام ہے؟ تنوین کے (اصل یدٌ ہے)۔ "وَلدٌ، یدٌ، رَجلٌ" ایسا ہے نا۔ جب تثنية کرتے ہیں تو ہم تنوین کو ختم کر دیتے ہیں اس تنوین کی جگہ کیا ہو جاتا ہے؟ "الف نون"، یا "یاء نون" ہو جاتا ہے۔ نون جو ہے یہ "عوض عن التنوين" ہے یہ تنوین کے قائم مقام ہے۔

قاعدہ کیا ہے؟ جب اضافہ کیا مفرد کیا تنوین باقی رہتا ہے یا تنوین حذف کر دیا جاتا ہے؟ وہی قاعدہ ہے: جہاں پر تنوین کو نکال دیا جاتا ہے وہیں پر نون کو بھی نکال دیا جاتا ہے جب اضافہ کیا جائے۔ تو "يدي" اصل یدین ہے پھر نون کو حذف کر دیا گیا ہے اضافے کی وجہ سے۔

اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی صفۃ الخلق کا ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہیں کہاں سے ملتا ہے؟ خلقت کے لفظ سے ﴿لِمَا خَلَقْتُ﴾، اور اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھوں کا بھی ثبوت ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ حقیقی ہاتھ ہیں (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے)۔

اور مزید اللہ تعالیٰ جب اپنے ہاتھ کی صفت کو بیان فرماتے ہیں مزید اور وصف بھی بیان فرمایا ہے تاکہ یہ پتہ چلے کہ حقیقی صفت جو ہے اس کی حقیقت مراد ہے تاکہ مخالفت میں کوئی یہ نہ کہے "کہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی ہاتھ نہیں ہے ہاتھ سے مراد طاقت اور قدرت ہے... وغیرہ وغیرہ"، جیسا کہ اہل تعطیل نے بیان کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہاتھ کی صفت

کو مزید مضبوط کرنے کے لیے اور اس کی حقیقت کو بیان کرنے کے لیے اور خاص الفاظ سے بھی یعنی اس صفت کو بیان کیا ہے جیسا کہ سورۃ الزمر میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (اللہ تعالی کی قدر جیسے قدر کرنے کا حق ہے نہیں کی اُن لوگوں نے اور زمین اللہ تعالی کی مٹھی میں ہے (قبضے میں ہے) قیامت کے دن) إلي آخر الآية (الزمر: 67)۔

تو اس آیت سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ کہ اللہ تعالی ہاتھ سے پکڑتا بھی ہے قبض بھی کرتا ہے ﴿وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ﴾۔

اور "قبض" حقیقی جب ہم مخلوقات کو دیکھیں انسان کوئی چیز پکڑتا ہے تو اپنے قبضے میں لے لیتا ہے، تو اللہ تعالی نے یہاں پر جب ذکر فرمایا ہے زمین کا تو قبضے کا ذکر بھی فرمایا ہے، یعنی یہ وہ ہاتھ ہے جو حقیقی ہاتھ ہے۔

اور مزید وضاحت ہوتی ہے حدیث میں (متفق علیہ حدیث میں) اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں صدقے کے تعلق سے: جب کوئی شخص صدقہ دیتا ہے تو اللہ تعالی اُس صدقے کو دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے "يأخذ الصدقة" "فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى" (دائیں ہاتھ میں) "ثُمَّ يُرَبِّيهَا كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ أَوْ فَصِيلَهُ حَتَّى تَصِيرَ مِثْلَ أُحُدٍ" (داہنے ہاتھ میں اللہ تعالی اُس صدقے کو لے لیتا ہے پھر اسے اللہ تعالی بڑھاتا رہتا ہے جیسا کہ (مثال کیا دی ہے؟) تم میں سے کوئی شخص کسی بکری کے بچے کو یا کسی اونٹ کے بچے کو (جانور کے بچے) کو تھوڑا چھوٹا جو ہوتا ہے اس کی پرورش کرتا ہے اور وہ بڑا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ یہ صدقہ جو ہے اُحد کے پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے)۔

صدقہ تھوڑا سا دیا ہے اللہ تعالی اُس صدقے کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے، یعنی لفظ دیکھیں "فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى" (اپنے داہنے ہاتھ میں)، اب ہاتھ بھی ہے داہنا بھی ہے۔

اور ایک اور حدیث میں کیا ہے؟ کہ اللہ تعالی کے دونوں ہاتھ داہنے ہاتھ ہیں "كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ"۔

اور اس صفت کو (اللہ تعالی کے ہاتھ کی صفت کو) مزید بیان کرتے ہوئے اہل علم نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے تورات کو بھی اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور جنت عدن کو بھی اپنے ہاتھ سے اللہ تعالی نے بنایا ہے۔

اور یہ روایت جو ہے الدارمی میں "فی الردّ علی بشر المریسی" میں موجود ہے، حاکم نے بھی اسے بیان کیا ہے، بیہقی نے أسماء وصفات میں بیان کی ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) پر موقوف ہے لیکن جو صحیح قول جو ہے یہ "والحديث له حكم الرفع" حکم رفع اس حدیث کا یعنی مرفوع ہے کیونکہ ایسی باتیں جو ہیں جن کا تعلق علم غیب سے ہے صحابہ اپنی طرف سے کبھی کہتے نہیں ہیں اس لیے اس کا حکم رفع ہے۔

الغرض، تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں اور یہ ہاتھ حقیقی ہے۔

اور قاعدہ یہ بھی ہمیشہ یاد رکھیں کہ جب کسی صفت کو بار بار بیان کیا جاتا ہے اور اس سے صفت کو لے کر مزید صفات بیان کی جاتی ہیں تو اس سے کیا فائدہ ملتا ہے؟ کہ یہ صفت جو ہے حقیقت اس کی بیان مراد ہے کہ حقیقت ہے تاکہ کوئی اعتراض کرنے والا، یا مخالفت کرنے والا، یا انکار کرنے والا جرأت نہ کرے انکار کرنے کی ورنہ یہ کافی تھا ﴿لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ یہی کافی ہے۔

اگر آپ باقی سارے دلائل بھول جائیں سورۃ ص کی آیت نمبر 75 میں یاد رکھیں یہ ایک آیت ہی کافی ہے اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں کی صفت بیان کرنے کے لیے (آگے بتاؤں گا ان شاء اللہ میں اس کی وجہ) لیکن اس کے باوجود بھی اور بھی آیات میں ہے، اور بھی احادیث میں ہے (متفق علیہ احادیث، صحیح احادیث میں)۔ کیوں بیان کیا ہے؟ تاکہ اس کی جو صفت ہے مزید تقویت ہو اور اس کی اصل مراد یہ ہے کہ حقیقت بیان کرنا مراد ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ''إِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ'' حدیث بیان کرتے ہیں (متفق علیہ حدیث ہے) اور یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کے دو معنی ہیں جو علماء نے بیان کیے ہیں:

1-ایک یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اس صورت میں پیدا کیا جو اللہ تعالیٰ نے خود تعین کی ہے اور اپنی طرف نسبت جو ہے نسبت تشریف ہے، یہ اضافہ جو ہے تشریف و تکریم ہے جیسا کہ ناقۃ اللہ، بیت اللہ۔

2-اور دوسرا قول یہ ہے کہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی جو صورت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اس صورت کے مطابق پیدا کیا ہے اس سے تماثل لازمی نہیں آتا۔

تو اس میں بھی یعنی یہ معنی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صورت ہے (صورۃ الرحمٰن میں جیسے کہ حدیث میں آیا ہے) صورت ہی تو وہ صورت جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے، اب وہ صورت جو سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی اپنی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے ویسے پیدا کیا ہے۔ دوسری حدیث میں صورت الرحمٰن واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صورت کے مطابق جو ہے۔

تو اس سے کیا مراد ہوتا ہے؟ تماثل مراد نہیں ہوتا، یعنی جو اللہ تعالیٰ کی صورت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے جس میں یہ چہرہ بھی ہے، دو آنکھیں بھی ہیں، دو ہاتھ بھی ہیں، اور جو بھی صفات ثابت ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کی جو ذاتی صفات ہیں خبری صفات جنہیں کہتے ہیں جو بھی ثابت ہیں اس سے تماثل یا تشابہ جو ہے وہ لازم نہیں آتا، یہ معنی بھی ہے (یعنی جب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ میرے دو ہاتھ ہیں تو مخلوق کے بھی دو ہاتھ ہیں جس سے تماثل لازم نہیں آتا)۔

دوسری آیت جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کی ہے اس پیاری صفت کو بیان کرنے کے لیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ إلي آخر الآية (المائدۃ:64)۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ﴾: یہود نے کہا۔

﴿يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ﴾: (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں (بند ہیں)۔

﴿غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ﴾: یہ بددعا ہے اُن کے لیے "الجزاء من جنس العمل" جیسے انہوں نے کیا ہے ویسے ہی اُن کو سزا ملی کہ اُن کے ہاتھ بند ہوں اور جکڑ جائیں۔

﴿وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا﴾: اور اُن کو لعنت بھیجی گئی اُن کے اس قول کی وجہ سے جو اُن لوگوں نے کہا ہے۔

﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾: بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔

﴿يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾: جیسے چاہے اللہ تعالیٰ نفقہ کرے۔

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ اس آیت کی مختصر تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہود سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے متبعین کو کہتے ہیں اور یہ لفظ جو کہا گیا ہے ﴿اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ﴾ (الاعراف:156) سے لیا گیا ہے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ اگر یہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ یہود کا لفظ ﴿اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ﴾ (اے اللہ تعالیٰ ہم تیری طرف واپس پلٹتے ہیں) اگر یہاں سے یہ لفظ نکلا ہے تو مطلب یہ لفظ عربی ہے کیونکہ عربی "هُدنا" سے یہ لفظ لیا گیا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ ''یھوذا'' سے لیا گیا ہے جو سیدنا یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹوں میں سے تھے اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر یہ معنی لیا جائے تو پھر یہ لفظ عربی نہیں تھا اس لفظ کو عربی بنایا گیا ہے ذال کو دال میں تبدیل کر کے، تو یہوذا سے یہودا، اور اس سے یہود۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اس کا کوئی بھی یہود سے فرق نہیں پڑتا کہ اس لفظ کی اصل کیا ہے لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ یہود جو ہیں بنی اسرائیل میں سے ہیں جو سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی اتباع کرنے والے ہیں، اور یہ یہودی جو ہیں یہ سب سے سخت قسم کے لوگ ہیں گھمنڈ میں اور دین سے دوری میں۔

اور اُن پر اللہ تعالیٰ نے فرعون کو مسلط کیا تھا جس کی وجہ سے یعنی (شیخ صاحب فرماتے ہیں) اُن کی جو نفس ہے اس پر یہ ایک مہر سی لگ گئی (یا ٹھپہ سا لگ گیا یا عادت سی بن گئی) کہ جیسا اُن کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا آہستہ آہستہ اُن لوگوں نے وہی چیز اڈوپٹ (Adopt) کر لی ہے۔ بہر حال، تو سب کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں یہودی جو ہیں اور عیب جوئی کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ (نعوذ باللہ) اپنے ربّ کو بھی نہیں چھوڑا۔

اب اس آیت میں دیکھیں بڑی جسارت کر کے یہ کہا کہ ﴿يَدُ اللّٰهِ﴾ (اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جو ہے) ﴿مَغْلُوْلَةٌ﴾ ((یعنی غِل سے) جکڑے ہوئے بند ہیں)۔

اور غِل کہتے ہیں جکڑنے کو اور خصوصی طور پر جب نفقے کی بات آتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے ''محبوسة عن الإنفاق'' کہ نفقہ جو نہیں دیتے یا بہت کم یا بالکل نہیں دیتے اسے کہتے ہیں عربی زبان میں کہ اس کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں "مغلولة یده" اس طریقے سے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء میں فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى

﴿عُنُقِكَ﴾ (اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کے قریب مت جکڑو (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیتے رہو اور نفقے سے مت رُکو)) (الاسراء: 29)۔

اور یہ بھی کہا ہے یہودیوں نے (نعوذ باللہ): ﴿إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَآءُ﴾ (کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ فقیر ہے) (آل عمران: 181)، یہ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اور یہ کیوں اُن لوگوں نے کہا ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جکڑا ہوا ہے؟ کیونکہ اُن لوگوں نے کہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کشادہ ہوتا تو کوئی فقیر نہ ہوتا سب مالدار اور غنی ہوتے۔

اور فقیر کیوں کہا (نعوذ باللہ)؟ کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کون قرضہ دینا چاہتا ہے (قرض حسن جو ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اُسے بڑھا کر دے (البقرۃ: 245))، تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تو قرضے کی ضرورت ہے تو اس لیے فقیر ہے (نعوذ باللہ)۔ "قاتلهم الله!!" شیخ صاحب فرماتے ہیں سچ فرمایا ہے۔

اور یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عاجز ہے اللہ تعالیٰ تھک جاتا ہے (نعوذ باللہ) کہ جب زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور جمعے کے دن تکمیل ہوئی ہے تو ہفتے کے دن اللہ تعالیٰ نے آرام فرمایا ہے تھک گئے تھے (نعوذ باللہ)، اس لیے اِن لوگوں نے اپنے آرام کا دن بھی ہفتے کا دن رکھا ہے (چھٹی کا دن)۔

الغرض، تو یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ یہود جو ہیں وہ گھمنڈی قسم کے لوگ ہیں اور بہت ہی غلو کرنے والے لوگ ہیں جن لوگوں نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑا ہے! نہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کو چھوڑا ہے! اور نہ ہی جو اُن کی سب سے پیاری کتاب اور عظیم کتاب تھی تورات نہ اُس کو چھوڑا ہے اُس میں بھی تحریف کر ڈالی! اور اس آیت میں یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں!

اور اس میں ﴿يَدُ﴾ ایک ہاتھ کا ذکر ہے جو مفرد ہے، اور ایک اس لیے بیان کیا ہے کیونکہ ایک ہاتھ دو ہاتھوں سے کم دیتا ہے، جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی یعنی دین اور اللہ تعالیٰ کی جو نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی جو عطا ہے اُس میں کمی بیان کرنا اُن کا مقصد تھا تو انہوں نے ایک ہاتھ کا ذکر کیا ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب اُن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اس وصف سے اس عیب سے بیان کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو جو سزا دی ہے ﴿غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ﴾: (ذرا غور کریں)، کہ نان نفقے سے یہ لوگ رُک جائیں اور منع ہو جائیں، اور آپ دیکھیں پوری دنیا میں کہ سب سے زیادہ مال جمع کرنا اور اس کی حفاظت کرنا اور اس کو مزید بڑھانے کے چکر میں رہنا ایک ہی قوم نظر آئے گی آپ کو، یہودی ہیں۔ اگر کہیں پر کچھ دیتے بھی ہیں تو اس لیے دیتے ہیں تاکہ واپس اُس سے زیادہ ملے۔

اور عجب بات ہے دیکھیں آپ کہ دنیا میں جتنے بڑے حرام کے بزنس ہیں (باقی چھوڑیں آپ) یعنی جو شراب کا بزنس ہے آپ کو اس میں جو ٹاپ (Top) پر نظر آئیں گے یہودی نظر آئیں گے، جوئے کے جو بزنس چل رہا ہے ان کا، نائٹ کلبز (Night Clubs) چل رہے ہیں، جو بھی گندگی ہو رہی ہے دنیا میں ان کے جو مالک ہیں یہ یہودی نظر آئیں گے! بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں وہ کہتے ہیں: "کہ چیریٹی (Charity) والے ادارے بھی ہیں جو یہودی چلاتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ ﴿غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ﴾: یہ حق ہے۔ جس کا ہاتھ جکڑا ہوا ہو وہ کبھی کسی خیراتی ادارے کو کچھ دے گا؟! اگر دے گا کب دے گا؟ جب رٹرن (Return) اُس سے بڑا ملے گا اُسے، اور یہی حقیقت ہے آپ دیکھ لیں۔ یہ سب ہمیں آپ کو دکھانے کے لیے ہے کہ دیکھیں کتنے بڑے کام کر رہے ہیں وہ (پتہ نہیں) حقوق انسان کے لیے، اور (پتہ نہیں) افریقہ کے جنگلوں میں جا کر ان کی مدد کرنی ہے اور وہاں پر کیمپنگ کرنی ہے اور وہاں پر یہ کرنا ہے وہاں پر وہ کرنا ہے! اگر وہاں پر کوئی یہودی کرتا ہے تو یقیناً جان لیں کہ وہ اپنے مفاد کے لیے ہی کرتا ہے، اور پھر بعد میں بھی کئی یہ انکشاف ہوئے ہیں حقیقت ہے وہاں پر جو مائنز (Mines) ہوتی ہیں ڈائمنڈز (Diamonds) وغیرہ کی اُن پر قبضہ کرنے کے لیے اُسے لینے کے لیے۔

بہر حال، یہ تو پھر بہت بڑی باتیں ہیں، الغرض اس پر بات کرنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے لیکن جو اصل بات ہے کرنے کی وہ یہ ہے کہ یہ طبع جو ہے یہ صفت جو ہے یہ تین چیزیں ہمیشہ یاد رکھیں جہاں پر یہودی ہوں:

(ا) ایک یہ جو یہاں پر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ﴿غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ﴾۔

(۲)اور دوسری اللہ تعالیٰ نے کیا لکھ دیا اُن کے اوپر ؟﴿ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ﴾ (ذلت لکھ دی گئی ہے اور محتاجی بھی لکھ دی گئی ہے)(البقرۃ:61)، وہ مال کے محتاج ہیں وہ دنیا کے ہمیشہ محتاج رہیں گے، اگرچہ سب سے بڑے مالدار بھی ہیں پھر بھی محتاج ہیں ہوس ختم نہیں ہوتی ! ملٹی بلینئر (Multi-billionaire) ہیں ملینئر (Millionaire) بھی نہیں ہیں تب بھی کم ہے !

اور (نعوذ باللہ) یہ بہت بڑی بیماری ہے خطرناک بیماری ہے یہ جو ہوس کی بیماری ہے نا! یعنی دیکھیں کوئی بندہ پیاسا ہے پیاس نہ بجھے اُس کی کیا حالت ہو گی اُس کی ؟! جتنا پیے پھر بھی اس کو کم ! یہ جتنا بھی کھاتا ہے پھر بھی کم ہوتا ہے !

(۳)اور اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے یہ زمین پر گر جاتے ہیں ذلیل سے ذلیل بھی ہو جاتے ہیں اُن کو پرواہ نہیں ہوتی لیکن مقصد پورا ہونا چاہیے۔

الغرض، (نعوذ باللہ) سب سے زیادہ بخیل دنیا میں یہودی ہیں وجہ کیا ہے ؟ جب اللہ تعالیٰ کو بہت بڑی جسارت کر کے اس عیب سے وصف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جکڑا ہوا ہے ﴿يَدُ اللّٰهِ مَغۡلُوۡلَةٌ﴾: فوراً کیا جواب ملا؟ ﴿غُلَّتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ﴾، لعنت بعد میں ہے ﴿وَلُعِنُوۡا بِمَا قَالُوۡا﴾ بعد میں ہے۔

تو آپ یہ دیکھیں کہ سب سے زیادہ شحیح اور بخیل اسپیشلی (Specially) مال کے اعتبار سے پھر باقی چیزیں بھی ہیں، اِن سے خیر کی آپ توقع نہیں کر سکتے کبھی (سبحان اللہ)۔

﴿وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ﴾ ذلت ہے محتاجی ہے اور بھی بہت ہے لیکن یہ خصوصی طور پر آپ دیکھیں کہ یہ ہر زمانے میں آپ کو نظر آئے گی۔

اس لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں: تم کبھی یہ کہو کہ ہم کیسے جمع کر سکتے ہیں ان دونوں قولوں کو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿غُلَّتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ﴾ ایک طرف، اور دوسری طرف یہ ہے کہ یہ بہت سارا پیسہ بھی دینے والے ہیں خیراتی اداروں میں وغیرہ وغیرہ تو یہ کیسے ممکن ہے ؟!

اُس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر دیتے ہیں تو اس سے زیادہ لینے کے لیے دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے اور سچ ہے اور باقی جو ہمیں نظر آتا ہے وہ آنکھوں کا دھوکا ہو سکتا ہے کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے اور سچ ہے۔

﴿وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا﴾: یہ دیکھیں چوتھی صفت کہ ملعون ہیں یہ (لعنت بھیجی گئی ہے)، اور یہاں پر خصوصی طور پر ﴿بِمَا قَالُوْا﴾ جو کیا ہے اُس کے لیے بھی تو ہے ہمیشہ لیکن یہاں پر کیونکہ بہت بڑی بات کی ہے اُن لوگوں نے تو ﴿لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا﴾۔ لعن کیا بتلایا ہے لعنت کا؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی بددعا ہے۔

اور یہ سب سے بڑی بددعا ہے (نعوذ باللہ) اور اللہ تعالیٰ خود گواہی دے رہے ہیں کہ اُن پر لعنت کی گئی ہے اُن کے قول کی وجہ سے جو اُن لوگوں نے کہا ہے۔

اور جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو اُس سے کبھی کسی خیر کی توقع کر سکتے ہیں آپ کسی صورت میں؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، نہ اُسے خیر کرنے کی توفیق ہوتی ہے (جب تک وہ اس لعنت میں ڈوبا ہوا ہے (نعوذ باللہ) اُس کو خیر کی توفیق نہیں ہو گی)۔ نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ کیا راستہ ہے؟ توبہ کا راستہ ہے اور توبہ کا دروازہ تا قیامت کھلا ہوا ہے۔

تو اس آیت میں دو سزائیں دی گئی ہیں: (۱) ایک تو ﴿غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ﴾۔ (۲) اور دوسری ہے لعنت کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کو باطل کرنے کے لیے فرمایا ہے ﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾ یہ شاہد ہے: (بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں)۔ ہم کیا بات کر رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں کی صفت کا بیان کر رہے ہیں:

(۱) پہلی دلیل کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں کیا دلیل ہے؟ جو میں نے کہ جس کو یاد رکھنا ہے سب سے اہم دلیل پورے قرآن مجید میں کون سی ہے؟ سورۃ ص آیت نمبر 75 یاد کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ ﴿مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾۔ (۲) دوسری آیت میں ﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾ یہ آیت جو ہے: (بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں)۔

یہودیوں نے کیا کہا؟ اللہ تعالیٰ کے ایک ہاتھ یا دو ہاتھوں کا ذکر ہے؟ ایک ہاتھ کا۔ اب اللہ تعالیٰ نے جب اُن کے اس قول کو باطل قرار دیا ہے تو جواب میں کیا فرمایا ہے "بل یَدَہٗ" یا "بل یدٰہُ"؟ ﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ﴾: کیونکہ ایک ہاتھ سے زیادہ دو ہاتھ دینے والے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔

﴿مَبْسُوْطَتٰنِ﴾: دو چیزیں ہیں: (۱) ایک تو ﴿يَدٰهُ﴾ دو ہاتھ۔ (۲) پھر ﴿مَبْسُوْطَتٰنِ﴾ جب انہوں نے غِل کا ذکر کیا ہے کہ جکڑے ہوئے ہیں اور اس کی ضد کیا ہے؟ کشادہ ہے۔

تمہارا یہ دعویٰ بھی غلط ہے، ایک ہاتھ والی بات بھی "دو ہاتھ "کیونکہ ایک ہاتھ والا کم دیتا ہے نا۔اُن لوگوں نے چاہا اصل مقصد تھا کہ اللہ تعالیٰ دیتا نہیں ہے اس لیے ایک ہاتھ کا ذکر کیا اور غل کا ذکر کیا ہے، جواب میں دو ہاتھ ہیں اور کھلے اور کشادہ ہاتھ ہیں،'' واسعتا العطاء ''سبحانہ وتعالیٰ۔

اور متفق علیہ حدیث میں بھی آیا ہے: "کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جو ہے بھرا ہوا ہے (یعنی کثیرالعطاء ہے)، دن اور رات میں اللہ تعالیٰ دیتا رہتا ہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کے داہنے ہاتھ میں سے کچھ کمی نہیں ہوئی ہے "(سبحان اللہ)، کوئی بھی احصاء نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے کتنا دیا ہے۔

اور حدیث قدسی میں بھی آیا ہے:'' يَا عِبَادِي! ''(اے میرے بندے!)'' لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ، قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا غُمِسَ فِي الْبَحرِ ''۔ صحیح مسلم کی معروف حدیث ہے لمبی حدیث ہے اُس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان ہے تو اس میں سے یہ جو حصہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حدیث قدسی میں:'' يَا عِبَادِي! ''(اے میرے بندے!)'' لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ ''(اگر تمہارا پہلا اور آخری جو ہے (یعنی تمام مخلوقات تم میں سے))'' وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ ''(تمہارے انسانوں میں سے اور جنوں میں سے) '' قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ ''(ایک ہی جگہ پر کھڑے ہو جائیں ایک ہی میدان میں)'' فَسَأَلُونِي ''(اور سب مجھ سے سوال کریں (مجھ سے مانگیں))'' فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ ''(اور سب کو میں وہی دوں گا جو اُن لوگوں نے مجھ سے مانگا ہے)۔

غور کریں سب سے پہلے اور سب سے آخری تا قیامت تمام اِنس اور تمام جِن ایک جگہ پر کھڑے ہو جائیں اور سب اللہ تعالیٰ سے مانگنا شروع کر دیں اور تعالیٰ سب کی ساری ڈیمانڈ پوری کر دے اور دے دے اللہ تعالیٰ خزانوں میں سے کیا کمی ہو گی سنیں ذرا:'' مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا غُمِسَ فِي الْبَحرِ ''(جو کچھ میرے پاس ہے اُس میں سے اتنی کمی ہوتی ہے (یا اتنی کمی ہو گی) جتنا کہ اگر سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکال لیا جائے)۔

کتنے قطرے سوئی میں ہوتے ہیں اور کیا کمی ہوتی ہے سمندر میں سے سوئی کو آپ ڈبو کر نکالیں سمندر میں کوئی کمی ہوتی ہے؟! نہ ہونے کے (یعنی اصل مقصد یہ ہے کہ کوئی کمی ہوئی ہی نہیں ہے)۔

کتنا دیا ہے؟ کس کو دیا ہے؟ تمام اِنس (موجود دور میں نہیں، کل یا پرسوں والے نہیں، اُس سے پہلے والے نہیں) تمہارے سب سے پہلے اور سب سے آخری تمام انسان تا قیامت، اور تمام جِنات بھی تا قیامت، کیا تعداد ہے اللہ تعالیٰ بہتر

جانتا ہے۔ ابھی کتنی تعداد ہے انسانوں کی؟ چھ ارب ہے اس زمانے میں صرف، جو گزر چکے ہیں کتنے ارب ہوں گے اللہ أعلم، آنے والے کتنے ہیں اللہ أعلم۔

ڈیمانڈ کیا ہے ایک ہوگی سب کی مختلف ہوگی؟ ظاہر ہے مختلف ہوگی۔ سب کی پوری بھی ہوگئی ہے جو کچھ مانگا سب دے دیا اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے کتنی کمی ہوئی؟ کوئی کمی نہیں ہوئی ہے۔ اور یہودی کیا کہتے ہیں؟ ﴿يَدُ اللهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾ (سبحان اللہ)۔ اور یہ صیغہ جو ہے کہ سوئی کا ذکر جو ہے یہ صیغ المبالغہ ہے "في عدم النقص" کہ کبھی نقص ہوتا ہی نہیں ہے (عربی زبان میں کہا جاتا ہے سوئی ڈال کر دیکھو کہ کتنی کمی ہوتی ہے (سبحان اللہ))۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ہاں کمی ہوتی ہے: (۱) ایک تو ناممکن ہے کمی ہوتی ہی نہیں ہے۔ (۲) اگر کمی ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملک میں سے کوئی چیز نکل کر کسی اور کے ملک میں چلی گئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا جو ملک ہے اس میں کوئی کمی کبھی ہونے والی نہیں ہے (سبحان اللہ)۔ اور نفقہ سے مراد یہاں پر صرف مال دولت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کتنی ہیں؟ ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ (النحل:18) اَن گنت ہیں۔

بارش کا برسنا جو ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ بھی انعام اور احسان ہے اور نفقہ ہے، جو پودے ہیں جو درخت ہیں جو بھی نعمتیں ہیں یہ ساری اللہ تعالیٰ کے احسان ہیں۔

اُن کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو دیا ہے اور بعض کو نہیں دیا ہے۔ میں نے ابھی کہا ہے انہوں نے یہ بھی کہا ہے اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) فقیر ہے۔ کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی ہوتا تو پھر مخلوق بھی ساری غنی ہوتی تو اللہ تعالیٰ فقیر ہے اُس کے پاس ہے نہیں اس لیے کسی کو دیا کسی کو نہیں دیا ہے (نعوذ باللہ)۔

اور اس کا کیا جواب ہے پھر کہ اللہ تعالیٰ نے زید کو دیا ہے اور عامر کو محروم کیا نہیں دیا ہے؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے خزانے میں کمی ہے کسی کو دے پائے کسی کو نہ دے پائے! مخلوق میں تو ایسا ہوتا ہے نا کہ کسی کے پاس پیسہ ہے کم پڑ گیا ہے کسی کو دیا ہے کسی کو نہ دے سکا کم پڑ گیا ہے۔

میرے بھائی اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کمی تو ہے نہیں یہ تو ہم نے جان لیا ہے تو پھر یہ کیا بات ہے کہ کسی کو دیا کسی کو محروم کیا ہے؟ اصل بات کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے، اللہ تعالیٰ دے کر بھی آزماتا ہے اور

اللہ تعالیٰ لے کر بھی آزماتا ہے۔ جسے دیتا ہے اُسے شکر کرنا ہے اس نے شکر کیا آزمائش ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ محروم کرتا ہے اس نے صبر کرنا ہے اس کے لیے صبر کی آزمائش ہے (سبحان اللہ)۔

اِن دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں کی صفت کا بیان ہے اور جن لوگوں نے اعتراض کیا ہے چاہے وہ یہودی ہوں یا ان کے علاوہ کوئی بھی ہو اُن کے لیے یہ دونوں آیات دلیل کے لیے کافی ہیں۔

اگلے درس میں ایک بڑی غلط فہمی کا ازالہ ہم اس صفت کے تعلق سے کریں گے ان شاء اللہ کہ قرآن مجید میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جب ذکر ہوا ہے تو تین قسم کا ہوا ہے: "ید" (مفرد)، "یدان" (دو ہاتھ تثنیۃ کے ساتھ)، اور جمع کے صیغے میں بھی "اَیدی" کا لفظ بھی ہے تو آپ لوگ صرف بیچ والا لفظ لیتے ہیں اپنی مرضی سے اور کہتے ہیں دو ہاتھ ہیں اور باقی آپ مانتے نہیں ہیں؟ اگر ہونا چاہیے تو "اَیدینا" بھی تو ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِيۡنَاۤ اَنۡعَامًا﴾ (یس: 71): ﴿اَيۡدِيۡنَاۤ﴾ کا لفظ ہے اور ﴿اَيۡدِيۡنَاۤ﴾ کیا ہے یہاں پر؟ جمع ہے۔ تو جمع کا صیغہ کیوں نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ سے زیادہ کیوں نہیں مانتے آپ لوگ؟ صرف دو کیوں کہتے ہو؟

اس کا جواب ان شاء اللہ اگلے درس میں دیں گے مزید تفصیل کے ساتھ، اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے آسانی فرمائے اور جو ہم نے کہا ہے اللہ تعالیٰ صحیح سمجھنے کی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (40.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔
سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔